ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.4,Issue No.2(2022)
(July to December)

ن۔م راشد کی شاعری کا پس نو آبادیاتی مطالعہ

The post-colonial study of N.M Rashid s' Poetry

ڈاکٹر عبدالستار نیازی
اسسٹنٹ پروفیسر، یونیورسٹی آف سیالکوٹ، سیالکوٹ

Abstract:
Rashid was educated and appointed in Iran as an important member of the colonial system. He minutely observed the demerits of this system. He expressed abhorrence against colonialism in his writings; a few glimpses of this abhorrence are visible in Mawara. The same passion gets more intense in Iran where Iranian women were willing to do prostitution for two times' a square meal. This hunger created countless political, economic and social problems. These problems have been analyzed in this abstract so that the coming generations should know how developed countries-imposed helplessness on developing countries and how the former looted the latter

Keywords: Rashid, colonial system, Iranian women, countless political, social problems, helplessness

نام نذر محمد قلمی (ن۔م راشد) گوجرنوالہ کے قصبے علی پور چٹھہ کے گاؤں اکال گڑھ میں 1910ء میں پیدا ہوئے ان کے والد فضل الہیٰ محکمہ تعلیم سے وابستہ تھے ابتدائی تعلیم گاؤں سے، گورنمنٹ کالج لائل پور سے انٹر 1928 میں، انٹر کیا اور اس ادارے کے سرکاری ادبی مجلے "بیکن" کے مدیر بھی رہے۔ انھوں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے 1930ء میں گریجوایشن اور "راوی" کے مدیر کی حیثیت سے کام کیا۔ پنجاب یونیورسٹی سے 1932ء میں معاشیات میں ایم کی ڈگری لی اور تاجور نجیب آبادی کے ادبی مجلے "شہکار" کی بلا معاوضہ ادارت کے فرایض سرانجام دیئے۔ زندگی کی ابتدا کمشنر آفس ملتان میں کلرکی سی کی۔ ان کی پہلی شادی ماموں زاد صفیہ سے 1936ء میں ہوئی۔ وہ علامہ عنائیت اللہ مشرقی کی تحریک سے وابستہ رہے۔ ذوالفقار علی بخاری انھیں آل انڈیا ریڈیو ہندوستاں میں لے آئے۔

ن۔م راشد دوسری جنگ عظیم شروع ہونے پر فوج میں عارضی کمیشن پا کر بیرون ملک چلے گئے۔ انھیں قیام پاکستان کے بعد پبلک ریلشنیز آفیسر بنا کر بیرون ملک تعینات کر دیا گیا۔ وہ 1952 میں اقوام متحدہ سے وابستہ ہو گئے پہلی بیگم سے پانچ بچے ہوئے پہلی بیوی کا 1961ء میں ہوا تو دوسری شادی ایک انگریز معلمہ شیلا سے کی اس سے ایک بیٹا نزیل ارشد ہے۔ انھوں نے ملازمت سے سبکدوشی کے بعد لندن میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ان کی شاعری میں چار کتب ماورا، لا = انسان، ایران میں اجنبی اور "گماں کا ممکن" ان کی موت کے بعد شائع ہوئی وہ آخری عمر میں بہت سی بیماریوں کا شکار ہو کر صومعہ اور مسجد سے بے نیاز ہو گئے تھے اور اسی رات (9، اکتوبر 1975ء) کو ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ اسی لئے اپنی انگریز بیوی شیلا کو اپنی نعش کو جلانے کو کہا۔ انھیں ان کی وصیت کے مطابق لندن میں نذر آتش کر دیا۔ اس وقت ساقی فاروقی اور ان کی انگریز بیوی شیلا موجود تھیں ن کے بیٹے شہریار ٹریفک زیادہ ہونے کی وجہ سے وقت پر پہنچ نہ سکے اور شیلا نے انتظار کئے بغیر ن۔م راشد ان کی عدم موجودگی میں لندن میں نظر آتش کر دیا گیا

"اور نٹیسلزم وہ پہلی کتاب تھی جس میں نو آبادیات کا لفظ استعمال کیا گیا اور ایڈورڈ سعید نے 1976ء قلمبند کیا تھا بعد ازاں عربی میں "م" مابعد الا استعمار" کی اصطلاح رائج ہوئی۔ چنانچہ پس نو آبادیات، مابعد الطبعیات اور بعد از استعمار سب کا ایک ہی مفہوم ہے۔ ان تینوں لفظوں کے تناظر میں نو آباکاروں کے جانے کے بعد کا زمانہ پس نو آبادیات کہلاتا ہے اس زمانے کی سیاست، ثقافت اور ادبیات کو حقائق کی روشنی میں دیکھنے، جانچنے، پرکھنے، تجزیہ کرنے اور مطالعے کو پس نو آبادیات کہتے ہے۔ ن۔ م راشد کی شاعری پر نو آبادیاتی اثرات کے جائزے سے قبل نو آبادیات کی تفہیم ضروری ہے۔ امیر ممالک کساد بازاری کا شکار ہوئے تو ان کے وسائل کم ہونے شروع ہوئے۔ تو انھوں نے وسائل کی تلاش میں پسماندہ ممالک کا رخ کیا اور خاص حکمت عملی سے ان کے وسائل پر قبضہ کر لیا۔ نو آبادکاروں نے نئے کلامیے کے تناظر میں اپنے مفاد کے لیے مقامی افراد کو تین گروہوں میں تقسیم کیا۔ انھوں نے نئے ڈسکورس کے تحت مقتدر طبقے کو جاگیریں اور عہدے دے کر ان کی حمایت حاصل کی۔ اس طبقے نے مکمل طور پر نو آبادکاروں کی تہذیب کو اپنایا۔ دوسرا طبقہ نو آبادکاروں کو مقامی باشندوں میں انھیں انسانیت کا مسیحا ثابت کرنے میں جتا رہتا۔ وہ ان کے مکمل طور حواری بن گئے نو آبادکاروں نے ان کی نسلوں کو مختلف مراعات سے نوازا۔ نو آبادکاروں نے نئے بیانیے کے تحت تیسرے طبقے کو غلاموں میں تبدیل کر لیا۔ نو آبادکاروں نے اپنے ڈسکورس میں تعلیم کو زیادہ اہمیت دی تاکہ ہندوستانی تعلیم یافتہ ہو کر انگریزی تہذیب کو اپنائیں۔ چنانچہ فورٹ ولیم کالج، انجمن پنجاب، دہلی کالج، علی گڑھ کالج، گورنمنت کالج لاہور، ایچی سن کالج، لارنس کالج، اور پنجاب یونیورسٹی کا قائم اسی مقصد کے تحت تھا۔ نو آبادکاروں نے ان تعلیمی اداروں میں انگریزی کتب کو شامل کیا۔ تاکہ حکمران میسر آنے کے ساتھ ساتھ ان کی تہذیب کی اشاعت بھی ہو سکے۔ انگریزوں کی آمد سے پہلے شکسپیئر، کیٹس، شیلے، ٹینی سن، بائرن، جانسن اور سر فلپ سڈنی کو ہندوستان میں کوئی نہ جانتا تھا۔ نو آبادکاروں نے عوامی فوائد کی خاطر نئے نئے قوانین بنائے اور ان کی آڑ میں ہندوستانیوں پر ظلم کرتے رہے۔ جنگ آزادی 1857ء کے بعد مسلمانوں پر ان گنت مظالم ہوئے جس کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ اس وقت آسمان سے کوئی مصیبت ایسی نہ تھی جو مسلمانوں کے گھروں میں نہ اُتری ہو۔

پس نو آبادیات کو انگریزی میں پوسٹ کالونیل ازم (Postcolonism) کہتے ہیں جس کا بنیادی مقصد مغربی تہذیب کو مسترد کر کے نو آبادیوں کی مقامی تہذیب و تمدن اور مقامی اقدار کی ترقی و ترویج ہے۔ پس نو آبادیات میں تمام اختلاف کو ختم کر کے محبت کی فضا قائم کرنا ہے اور مابعد الطبعیات کا سارا فلسفہ اسی پہلو کے گرد رقصاں کرتا ہے۔ بعض ناقدین نے پس نو آبادیات کے پس منظر میں تخلیق ہونے والے ادب کو مزاحمتی ادب بھی کہا ہے۔ تخلیق کار مزاحمتی ادب کی تخلیق میں بہت دور نکل گئے اور انھیں یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں اور کن کے لیے لکھ رہے۔ حتیٰ کہ اپنی تہذیبی اقدار اور صومعہ و معبد کو بھی فراموش کر بیٹھے۔

تصدق حسین خالد ان سے قبل آزاد نظم لکھ چکے تھے لیکن ن۔ م راشد نے کو نظم کو تکنیائے نظم سے نکال کر اسے بین الاقوامی دھارے میں شامل کرایا۔ اس وقت اردو نظم ابتدا، تفصیل اور منطقی انجام تک سیدھی لکیر میں سفر کرتی تھی۔ ن۔ م راشد نے اپنی نظموں کو جدید رنگ سے متعارف کرایا جس سے شاعری میں انقلاب پیدا ہو گیا۔۔ن۔ م راشد نے موضوعات اور پیش کش کی سطح پر اجتہاد سے کام لیتے ہوئے نظم کا رخ کو موڑ دیا۔ آزاد نظم آج بھی وئیں کھڑی ہے جہاں ن۔ م راشد نے اسے چھوڑا تھا۔ ن۔ م راشد نے یکے بعد دیگرے اردو شعر و ادب کو تین شعری مجموعے "ماورا" 1941ء "ایران میں اجنبی" 1955ء اور "لا = انسان" اور "گمان کا ممکن" جو بعد از مرگ شائع ہوا۔ ن۔ م راشد کی شاعری کا مابعد استعمار کے تناظر میں تجزیہ کیا جائے تو ان کے کلام کی پوری تفہیم ہو نہیں پاتی۔ ان کے موضوعات زیادہ تر داخلی، علامتی اور تجریدی ہیں۔ ان کی نظمیں ازل سے ابد تک کے موضوعات کا احاطہ کرتے ہوئے۔ قارئین کو براہ راست انسانی مسائل اور کائنات پر غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں۔

ن۔م راشد کی شاعری کے مطالعے کے لیے خلاقی اور تیکھے ذہن کی اُپج درکار ہے۔جوہر کسی کسی میں ہوتا ہے تاہم اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل افراد ان کی شاعری سے استفادہ کرتے ہیں۔اس میں یونانی، عبرانی، لاطینی، ایرانی، عربی، انگریزی کی اصلاحات نظر آتی ہیں جب کہ مافوق فطرت اساطیر، تشبیہ اور استعارے میں جکڑی نظر آتی ہے۔اس کلام کے پس منظر میں ن۔م راشد کے ذرخیز ذہن کو دیکھا جاسکتا ہے۔ن۔م راشد نے ابتدائی جماعتوں چوتھی میں انگریزی پڑھنی، کالج کی سطح پر فارسی سے استفادہ کیا۔اپنے طور پر روسی اور فرانسیسی بھی سیکھی۔انگریزی کتب کے ترجمے بھی کیے۔ایشیا اسٹڈیز آف مشی گن یونیورسٹی کے ادبی مجلے "محفل" اور تہران کے ادبی مجلے "سپید و سیاہ" کے قلمی معاون بھی رہے۔ن۔م راشد کا شعری سفر نصف صدی پر مشتمل ہے یعنی ان کے شعری آفاق وسیع و عریض ہیں۔انھوں اپنی شاعری میں ہیت اور تکنیک کے خوبصورت تجربے کیے ہیں۔ان کے شعری موضوعات بھی اردو شعرا سے مختلف نظر آتے ہیں۔جس سے ان کے اسلوب میں تنوع پیدا ہو گیا ہے۔ان کا یہی انداز انھیں دوسرے شعرا سے ممتاز کرتا ہے وہ ابتدا ہی سے شاعری میں ایک ہیجان پیدا کرنا چاہتے تھے۔وہ اس ضمن میں لکھتے ہیں۔"میرے نزدیک شاعری محض اصوات کا کھیل نہیں بلکہ دو مصرعوں کے افکار میں ہیجان پیدا کرنے کا نثر سے موثر ذریعہ ہے 1۔

راشد ابتدا میں ترقی پسند تھے جس کا بنیادی مقصد عوام کو سامان خرد و نوش سستا، آسانیاں اور سہولتیں پہنچانا تھا جبکہ عنایت اللہ مشرقی کی تحریک خاکسار کا بنیادی مقصد فلاح انسانیت تھا۔دونوں تحاریک کے پس منظر میں پس نو آبادیات کا فلسفہ کار فرما نظر آتا ہے۔ان کے ابتدائی شعری مجموعے "ماورا" کی بعض نظموں نو آبادیات کے واضح اثرات نظر آتے ہیں۔جو معاشرتی حوالے سے زیادہ حساسیت کی حامل ہیں۔ان کے ڈانڈے براہ راست ترقی پسند سے جُڑے نظر آتے ہیں۔ان کے بقول

الٰہی تیری دنیا جس میں ہم انسان رہتے ہیں

غریبوں، جاہلوں، مزدوروں، بیماروں کی دنیا ہے

یہ دنیا بے کسوں کی اور لاچاروں کی دنیا ہے

ہم اپنی بے بسی پر ذات دن حیراں رہتے ہیں

اسی غور و تجسس میں کئی راتیں گزاری ہیں

میں اکثر چیخ اُٹھتا ہوں بنی آدم کی ذلت پر 2۔

ن۔م راشد کی ماورا میں شامل "سپاہی" حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار ہے۔سپاہی ہندوستانی ہے اپنی مٹی ہونا جُدا پسند نہیں کرتا۔وہ اپنی دھرتی سے پیارا کرتا ہے اور اس کی محبت گُلا جارہا ہے جب کہ آبادکار رات وطن کو لوٹ رہے اسے اس بات کا ڈر ہے کہ وہ اسے ویران نہ کر دیں۔یہاں محبوبہ سے مراد وطن ہے اور خونخوار سے مراد نو آبادکار ہیں وہ ان سے دھرتی (ہندوستانی سرزمین) چھڑانا چاہتا ہے۔اس نظم میں سپاہی وطن کی خاطر اپنی محبوبہ سے جدائی برداشت کرنے پر تیار اور دوسری طرف وطن اسے پکار رہا ہے جب کہ محبوبہ اسے اپنی محبت کا واسطہ دے کر چلنے کو کہتی ہے تو سپاہی اسے کہتا ہے۔

تو مرے ساتھ مری جان کہاں جائے گی

عمر گزری ہے غلامی میں مری

دیکھ خونخوار درندوں کے وہ غول

میرے محبوب وطن کو یہ نگل جائیں گے

ان سے ٹکرانے بھی دے

جنگ آزادی میں کام آنے بھی دے

تو مرے ساتھ مری جان کہاں جائے گی 3؎

ن۔م راشد ماورا میں شامل دوسری نظم "رخصت" وطن کو لیٹروں سے آزاد کرانے کے جذبے سے سرشار ہے۔ کیونکہ شاعر کی نظر میں وطن ہی سب کچھ ہے۔ وہ اپنی عائلی زندگی کو پنے ملی فرض پر ترجیح دیتے ہوئے کہتا ہے

مجبور ہوں، لاچار ہوں کچھ بس میں نہیں ہے

دامن کو کھینچتا ہے "فرض" کا احساس 4؎　　ص؛22

شاعر اس ملک میں مسرت و شادمانی کی حکومت چاہتے ہیں سامان خرد و نوش ارزاں ہو۔ عوام خوشحال حاصل ہو، کوئی کسی کس گلہ نہ دبا ہو سکے جہاں کوئی ظلم کا شکار نہ ہو۔ وہ اپنی ایک نظم "ستارے" میں یہی کہتے ہوئے اعلان کرتے ہیں ان کے بقول،

چمکتے ہیں کہ دنیا میں مسرت کی حکومت ہو

چمکتے ہیں کہ انسان فکر ہستی کا بھلا ڈالے 5؎　　ستارے، ص؛23

نو آبادیات نے راشد کے دل پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ یہی اثرات ان کے پہلے شعری مجموعے ماورا اور دوسرے شعری مجموعے "ایران میں اجنبی" پر بھی نظر آتے ہے۔ انھیں تمام ہندوستانی نو آبادیات کے ظلم تلے سسکتے ہوئے نظر آتے ہیں ان شعری کردار کسی اور دنیا کے نہیں بلکہ برصغیر کے ہی جیتے جاگتے انسان ہیں جنھیں برطانوی استعمار کے ہاتھوں ایک بے بسی کی صورت حال کا سامنا ہے جس میں انھیں محنت کا صلہ نہیں ملتا 4؎

نو آبادیات کے ہاتھوں تمام ہندوستانی تنگ ہیں اور ان کا عملی زندگی میں عمل دخل نہ ہونے کے برابر ہے ان کا عکس "ماورا" میں شامل نظمیں جرات پرواز، بیکراں رات کے سناٹے، انتقام، اجنبی عورت، اور خودکشی کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ ان کی نظم رقص ایک اجنبی کا قصہ بیان کرتی ہے کہ ایک اجنبی تلخی حیات سے تنگ آکر رقص گاہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ دنیا اس کے نزدیک کسی جہنم سے کم نہیں جو تمام انسانوں کی خوشیاں نگلنے کی فکر میں رہتی ہے۔ بقول ن۔م راشد

اے مری ہم رقص مجھ کو تھام لے

زندگی سے بھاگ کر آیا ہوں

ڈر سے لرزاں ہوں کہیں ایسا نہ

زندگی مرے لیے

ایک خوشنما بھیڑیے سے کم نہیں 6؎

ن۔م راشد ایران میں برطانوی فوج کے ایک اہم نمائندے کی حیثیت سے تعنیات تھے۔ وہاں انھوں نے برطانوی استعمار کی لوٹ مار کو قریب سے دیکھا تو انھیں نو آبادکاروں سے شدید نفرت ہوگئی۔ وہ ایران سے تہذیبی و ثقافتی اور جذباتی وابستگی ہونے کے باوجود خود کو وہاں اجنبی محسوس کرتے ہیں وہ اعلیٰ افسر اور برطانوی فوج کے اہم نمائندے ہونے کو باوجود "مروج بد اعتدالیوں سے پرہیز کرتا ہے۔ پطرس بخاری نے انھیں اسی پس منظر میں ایشائی شاعر قرار دیا تھا۔ ان کے بقول "ہمارے وطنی شاعر بھی ہوئے ہیں اور قومی شاعر بھی۔ اخلاقی اور اشتراکی بھی۔ لیکن جہاں تک میری نگاہ پہنچتی ہے۔ ایشیائی شاعر آپ کے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔ 7؎ وہ برطانوی استعمار کے اہم رکن ہونے کی حیثیت سے ایران میں اپنی موجودگی پر معذرت کرتے ہوئے ہیں۔ ایرانیوں کو برطانوی سوداگروں سے بچنے اور ان کے چُنگل سے نکلنے کے گر سکھاتے ہیں برطانوی استعمار کی وجہ سے سرزمین ایران جنگوں کے باعث ان کی گزرگاہ کا حصہ بنی ہوئی تھی۔ وہ اپنے کو اس کا قصوروار نہیں گردانتے۔ ن۔م راشد کی "ماورا" میں شامل سپاہی، درماندہ اور دریچے کے قریب پر خاکسار تحریک کے اثرات ہیں۔ علامہ مشرقی نو آبادکاروں کے سخت مخالف تھے اور خاکسار تحریک کے توسط سے انگریزوں کا یہاں سے اخراج چاہتے تھے کیونکہ نو آبادکار ہندوستانیوں پر مسلسل ظلم کر رہے تھے۔ ن۔م راشد کی نظم زنجیر، خرابے، داشتہ، پہلی کرن اور سرگوشیاں پر پس نو آبادیات کے اثرات نظر آتے ہیں۔ ن۔م راشد نے اپنی نظم من و سلویٰ کے پس منظر میں نو آبادکاروں پر کھل کر طنز کی اور اس اہل وطن کو بتایا ہے کہ انگریزی تہذیب میں ہماری حیثیت معمولی چھپکلی کی سی ہے بقول راشد:

وہ پہلا انگریز

جس نے ہندوستان کے ساحل پر

لا کے رکھی تھی جنس سوداگری

یہ اس کا گناہ ہے۔

ہم اس کی تہذیب کی بلندی کی چھپکلی بن کے رہ گئے 8؎

ن۔م راشد اپنی نظم میں اہل ایشیاء کو اتحاد و اتفاق سے رہنے کا درس دیتے کہتا کہ کہ ایشیائی ممالک کو افرنگ کی رہزنی سے بچنے کے لیے اتحاد کر لینا چاہیے وگرنہ نو آبادکار ایک ایک اسلامی ملک کو اپنی چالبازیوں سے کھا جائیں گے اور انھیں خبر بھی نہ ہوگی۔ لہذا انھیں اب ایک ایسی زنجیر کی ضرورت ہے ان سب کو اُخوت کے رشتے میں باندھ دے۔ راشد نے اس زنجیر کو آہنی کمند عظیم کا نام دیا ہے۔ ان کے بقول

بس ایک ہی آہنی زنجیر

ایک ہی آہنی کمند عطی، پھیلی ہوئی ہے

مشرق کے ایک کنارے سے دوسرے

میرے وطن سے تیرے وطن تک9؎

۔م راشد کے شعری مجموعے لا= انسان میں سامراجی طاقتوں کے خلاف رویہ زیادہ جارحانہ ہو جاتا ہے ان کی نظم "اسرافیل کی موت" میں استعماری تخلیق کاروں کے اظہار رائے پر پابندی لگادیتے ہیں۔ن۔راشد اس پابندی کو ادب کی تخلیق میں ایک رکاوٹ سمجھتے ہیں۔جو ان کی ذہنی قوتوں کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے۔ایسی صورت حال میں فنکاروں کے اذہان بند قفل کی مانند ہو جاتے ہیں جس میں اچھے خیال کی نمو نہیں ہو سکتی۔ن۔م راشد اپنی ایک نظم اسرافیل کی موت میں اس بات کا ذکر یوں کرتے ہیں

اس جہاں کا وقت جسے سو گیا ہو، پتھرا گیا

جیسے کوئی ساری آوازوں کو یکسر کھا گیا

ایسی تنہائی کہ حسن تام یاد آتا نہیں

ایسا سناٹا کہ اپنا نام یاد آتا نہیں

مرگ اسرافیل سے

دیکھتے رہ جائیں گے دنیا کے آمر بھی

زبان بندی کے خواب!10؎

ہندوستان میں نو آبادکاروں کی طاقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پورے ہندوستاں میں صرف چار ہزار (4000) انگریز افسر تھے جھنوں نے پینتیس کہروڑ (350000000) ہندوستانیوں کو اپنا غلام بنایا ہوا تھا۔ان کی آمد سے پہلے یہاں کا مقامی باشندہ خوشحال اور خود مختار تھا۔مگر نو آبادکاروں نے اسے ظلم کی چکی میں پیس کر کرائے کا بچہ بنادیا تھا اور یہاں کے جوانوں کی نظر میں زندگی، خوبصورتی اور حسن اپنی اہمیت کھو چکے تھے۔کیونکہ نو آبادکار کی نظر میں انسان سے مراد وائیٹ مین (White man) تھا جو یہاں کے کلرڈ مین (Coloured man) کے علم وادب، فلسفے آرٹ اور سائنس میں بہت آگے تھا بالخصوص یہاں کا مسلماں سفید مغربی نو آبادکار کے ظلم کا شکار رہا۔وجہ یہ تھی کہ انھوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی۔نو آبادکار اس اوہام پرست، جاہل، اُجڈ اور وحشی ثابت کر کے اپنے اقتدار کو طول دینے کا جواز تلاش کرتا رہا۔اس نے مسلمانوں کی ترقی کے تمام راستے مسدود کر دیئے اور سرکاری ملازمت کے لیے ایسی شرائط عائد کیں جن پر مسلماں پورا نہ اترتا تھا۔پھر انھیں نچلے درجے کی ملازمتیں دے کر رہی سہی عزت نفس بھی چھین لی۔ہندوستانی نو آبادیاتی دور حکومت میں ایسی حالت سے دوچار تھے کہ غم روزگار نے ان سے حسن وخیال، افکار اور قوت فیصلہ چھین کر تہی دست کر دیا اور دنیا انھیں شعلوں کی آماج گاہ نظر آنے لگی۔اس عہد کشاکش میں سب ہی ہندوستانی روٹی کی طلب میں جھلس رہے تھے۔وہ یادوں کی دنیا اور مشرق کے خوابوں کے جزیروں میں کشش محسوس کر کے ان میں پناہ لینے پر مجبور تھے۔جو حقیقت میں کوسوں دور تھے۔

نو آباد کار اقتدار اور طاقت کے نشے میں ہندوستانیوں کو انسان بھی نہیں سمجھتے تھے اور ظلم کے عادی ہو چکے تھے۔ ہندوستانیوں موقع ملتے ہی حساب چکا دیتے۔ تحریک خلافت کی بحالی کے ضمن میں نکلنے والوں جلوسوں کے دوران دیکھنے کو ملا۔ ن۔ راشد کی نظم "انتقام" میں ہندوستانیوں کا یہی رویہ نظر آتا ہے جس میں ایک ہندوستانی شکست خوردگی میں ایک سفید عورت سے جنسی انتقام کی شکل میں نظر آتا ہے۔ ان کے بقول:

اک برہنہ جسم اب تک یاد ہے

اجنبی عورت کا جسم

میرے "ہونٹوں" نے لیا تھا رات بھر

جس سے ارباب وطن کی بے بسی کا انتقام

وہ برہنہ جسم اب تک یاد ہے! 11

محمد حسن عسکری نے اسی نظم کے پس منظر میں ان پر عریانیت پر الزام لگایا تھا ان کے بقول میں "مجروع اور شکست خوردہ ذہنیت جب اپنے ملک کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تو اجنبی عورتوں کے جسم سے انتقام لینا شروع کر دیتی ہے۔ 12

محمد حسن عسکری "مجموعہ محمد حسن عسکری"، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور 2018ء ص:838

نو آبادکاروں نے دوسری جنگ عظیم جیتنے کے بعد طوطے کی طرح آنکھیں بدل لی۔ ن۔ م راشد اپنے کلام میں بتاتے ہیں کہ فاشی قومیں کبھی ہماری دوست نہیں سکتی اور وہ اپنے ذاتی مفاد کے لیے ہمارے دست کاروں کے انگوٹھے بلکہ ہاتھ تک کٹوا دیتی ہیں کیونکہ ان کا رویہ ہمارے ساتھ سنگ خارا اور خار مغیلاں سے کم نہیں۔ راشد اس نظم میں ہندوستانیوں کو نو آباکاروں کے خلاف جدوجہد پر اکساتے ہوئے کہتے ہیں۔

ظلم پروردہ غلامو! بھاگ جاؤ

پردہ معیشت گیر میں اپنے سلاسل توڑ کر

چار سو چھائے ہوئے ظلمات کو توڑ کر

اور اس ہنگامہ بار آور کو

حیلہ شب خوں بناؤ　　13　　ص:144

ن۔ م راشد اپنی تین نظموں کشاکش، میزبان اور مارسیاہ میں نو آبادکاروں کی کارستانیوں کو بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کس طرح ایرانیوں کو اپنے چنگل میں لے کر وہاں بے راہروی کو عام کیا ہے۔ کہ پارہ نان کو ترستے ہوئے عصمت فروشی پر مجبور ہو جاتی۔ راشد اسی فوج کا حصہ تھے اور وہ سب کچھ کھلی آنکھوں سے اس سارے منظر کو دیکھ رہے تھے۔ مغربی افواج ایران کے دور مضافاتی علاقوں سے فوجیوں کو بھرتی کر کے انھیں دور دراز بھیج دیتے۔ نو

آبادکار مقامی عورتوں کا جنسی استحصال کر کے اپنے تھکے ہوئے زہنوں کو کو آسودگی پہنچاتے۔بقول ارم شہزادی "نو آبادیوں کی بھوک سے مرتی ہوئی عورتیں روٹی کے ایک ٹکرے کی خاطر اپنے جسم کو اپنی خواہشات کے خلاف بیچنے پر مجبور ہو جاتی۔ص:137

بقول ن۔م راشد

میں جانتا ہوں

میرے مست رفیق

اپنی اداس، بیکار زندگی

کے دوراز و تنگ فاصلوں میں

کبھی کبھی بھیڑیوں کی مانند

آنکلتے ہیں ریگزاروں پہ 14؎ ص:137

نو آبادکار 1947ء میں یہاں سے چلے گئے مگر اپنی چالبازیوں اور مکاریوں سے باز نہیں آئے۔ن۔م راشد آمریت کو بھی نو آبادکاروں کا ہی عطیہ سمجھتے ہیں وہ ایشیاء کے پسماندہ ممالک میں اپنے کارندوں سے آمریت کا نفاذ کراتے ہیں لہذا نو آبادکاروں اور آمریت کے طرز حکومت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ نو آبادیات میں نظام حکومت چند افراد کے ہاتھ میں آمریت میں سارے اختیارات فرد واحد کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور اپنے مفاد کے لیے مارشل لاء لگواتے ہیں۔ جس طرح ہندوستان میں نو آبادکاروں کے سامنے مقامی افراد کی زبانیں گنگ تھیں بالکل اس طرح آمریت کے خوف عوام اپنی زبانیں سی لیتے ہیں اور فنکاروں کے لیے زبان بندی کی اصطلاح وضع کی جاتی ہے۔ راشد کے دور حکومت میں انڈونیشا، مصر، ایران اور یہاں آمرانہ حکومتیں قائم تھیں اور سارے آمر برطانیہ کے آلہ کار تھے جو صرف اپنی تعریف سننے کے روادار تھے۔ اس کڑے دور میں سب کے لبوں پر تالے تھے بقول ن۔م راشد

سب کے ہونٹوں پر تالے

سب کے دلوں پر بھالے

اندھیرے میں یوں چمکے میلے دانت بھی غم کے

جیسے پچھلے دروازے سے آمر آدھمکے 15؎ 326

ن۔م راشد کا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نو آبادیاتی تناظر میں سامراج کے خلاف رویہ سخت سے سخت ہوتا گیا۔ کیونکہ ان کی توسط سے مشرقی تہذیب آلودہ ہو رہی تھی اور یہاں کے باشندوں کی معاشی حالت بدتر ہوتی چلی گئی۔ ان کی ایک نظم "مارسیاہ؛ میں ایک چھوٹی سی بچی یاسمین اپنی بوڑی والدہ کے ساتھ رہتی ہے مگر چھوٹی سی خواہش کے لیے تفریح گاہوں کی زینت بنتی ہے۔ بقول ن۔م راشد

شکر اور قہوے کے ملفوف ارزاں

جو بازار میں انتہائی گراں تھے

وہ ہر بار ہم سے بصد معذرت لے کر جاتی رہی تھی16؎ ص:138

عنبریں منیر نے ن۔م راشد کی اسی نظم کے تناظر میں کہا تھا اس کے بقول " یہ لڑکی یاسمین اس معاشرے کی ان بے شمار لڑکیوں کی نمائندگی کرتی ہے جو اجنبی قوموں کے تسلط کے دوران ان کی ہوس کا نشانہ بنی "17؎ عنبریں منیر: ن۔م راش، خان بک ڈپو 2003ء ص:54

نو آبادکاروں نے ہندوستانی عورتوں کی بے حرمت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ مقامی باشندے اپنی بہنو اور بیٹیوں کی عصمت دری چپکے چپکے آنسو بہاتے اور اسے قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر لیتے مگر استعماریوں کے خلاف کسی بھی قسم کا کوئی قدم اُٹھانے سے قاصر تھے بقول ن۔م راشد

آج کے بعد تم یاسمین کو نہیں پا سکو گے

کہ مار سیاہ بن کے اک اجنبی نے اسے ڈس لیا18؎ ص:138

ہندوستانی اور ایرانی خواتین، لڑکیاں فوجی چھاؤنیوں کے گرد دریوزہ گری کرتی نظر آتی، گال ان کے پچکے ہوئے آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی، کولہ ہاتھ میں، کیونکہ نو آبادکاروں نے ان کے چہروں سے ساری خوشیاں چھین لی تھیں۔ نو آبادکاروں کے آمد سے ہیں یہاں قحبے خانے کھلی اور عصمت فروشی عام ہوئی اور مغربی استعمار سے مشرق میں فحاشی اور بے راہ روی کو فروغ ملا۔ برطانوی آئل کمپنی نے 1933ء میں ایران سے تیل نکالنے کا معائدہ کیا جس میں ایک تہائی حصہ ایران کو اور تین حصے برطانوی لے جاتے۔ ن۔م راشد نے اسی نظم "تیل کے سوداگر" میں ذکر کیا ہے۔ ن۔م راشد کے بقول

گھروں میں ہوا کے سوا

سب صداؤں کی شمعیں بجھا دو

کہ باہر فصیلوں کے نیچے

کئی دنوں سے راہزن ہیں خیمہ فگن

تیل کے بوڑھے سوداگروں کے لبادے پہن کر19؎ ص:143

ن۔م راشد کے شعری مجموعے "ماورا" اور "ایران میں اجنبی" کا پس نو آبادیات کے تناظر میں فکری تجزیہ کیا جائے تو وہ مغربی استعماروں کے خلاف شدید احتجاج کرتے اور ایک باغی سپاہی نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے کلام میں چھپے علامتی تشبیہ و استعاروں میں اہل مشرق کا متحد کرنے کا فریضہ بھی سر انجام دیتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر وزیر آغا "ایک چیز ن۔م راشد کے کلام میں برقی رُو کی طرح دوڑتی ہے وہ غیر ملکی غصے اور اجنبی حکومت کے خلاف سرکشی اور بغاوت کی رُو ہے "20؎ نظم جدید کی کروٹیں، سنگت پبلشرز، لاہور، 2007ء ص:49

نو آبادکار ہندوستان میں اپنے آپ کو مخلوق برتر سمجھتے تھے ان کے نزدیک کہ اللہ نے ہمیں جاہل اور اُجڈ لوگوں کو تہذیب یافتہ بنانے کے لیے بھیجا ہے۔ انھو ں نے اسی کلامیے کے پیش نظر یہاں نسل پرستی، تعصب اور مادیت پرستی کو پروان چڑھایا۔ ن۔م راشد نے اسی منظر میں ماورا میں شامل "اجنبی"، ظلم رنگ اور لا = انسان میں گدا گر نظمیں کہی۔ چنانچہ ہندوستانیوں کے عقل و دانش، اُصول و ضوابط، اچھائی اور برائی کے پیمانے بیکار ہو کر رہ گئے ن۔م راشد اپنے کلام

میں استعماریوں کو منفی انسان سمجھتے ہیں جو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر رنگ و نسل کی خلیج حائل کیے جا رہے ہیں اور اپنی عارضی حکومت کے لیے پسماندہ ممالک کو غریب سے غریب تر، ویران اور بنجر بنائے جا رہے ہیں انھیں ہندوستانیوں میں خوبیاں کم اور برائیاں زیادہ نظر آتی ہیں ان کے طرز استعمال میں ہندوستانیوں کی نفرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ وہ اپنی ایک نظم "گداگر" میں تصور رنگ و نسل کا ذکر بلکہ احتجاج کرتے ہیں۔ ان کے بقول

کیا کہیں گے اس نئے انساں سے ہم

ہم تھے کچھ انساں سے کم

رنگ پر کرتے تھے ہم باراں سنگ

تھی ہماری ساز و گل سے، نغمہ و نکہت سے جنگ

آدمی زادے کے سامنے سے بھی تنگ 21؎

برصغیر کا ہر باشندہ نو آبادکاروں کے ہاتھوں تنگ تھا۔ اس دگرگوں حالات میں کچھ مرد مجاہد ہندوستان میں بہتری لانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ راشد اپنی شاعری انھیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں بلکہ حوصلہ افزائی بھی کرتے ہیں۔ اس دور میں قحط پر کھڑے چند انسانوں نے ایک گیت "محبت کا نیا گیت کا آغاز کیا راشد کے بقول "برگد کی طرف آؤ، ذرا ہاتھ بڑھاؤ" راشد اپنی شاعر میں نئی نسل کو روایت سے ہٹ کر کام کرنے پر اکساتے ہیں۔ ان کے نزدیک تقلید کی اندھی پیروی انسان کی غیرت و خودداری کو ختم کر دیتی ہے کیونکہ نو آبادکار ان کی نسلوں کو غلام ابن غلام بنا رہے ہیں وہ اس کا اظہار 'دو مریل گدھے" میں دیکھ جا سکتا ہے۔ علاوازیں ماضی سے وابستہ روایات عہد حاضر میں مردہ اور بے وزن ہو چکی ہیں اب نئی نسل کے آگے بڑھنے، نئے خیالات اور نئے رجحانات کی پیروی لازم ہو چکی ہے جبکہ نئی نسل آگے بڑھنے سے قاصر اور بغاوت پر آمادہ نہیں ہے تو راشد ان حالات میں خدائے بزرگ و برسے دعا کرتے نظر آتے ہیں کہ خدا کرے ان سے حضرت آدم جیسی لغزش ہو جائے تا کہ ان کے بے جان اور بے روح جسموں میں پھر سے حرکت کی طرف پیدا ہو جائے۔ ان کے بقول

اے خدا! پھر سے انڈیل

میرے اس خالی پیالے میں

گناہوں کی شراب

تا کہ ایمان کی آنکھوں سے نہاں باغون میں

ابھی بُونگوں کے شگوفوں کا وہ غوغا اُبھرے

ابھی ریحانوں کے خوشبوؤں کا بلوا پھوٹے 22؎　　(۔ نیا ناچ، مشمولہ گمان کا ممکن)

برصغیر سے سامراج 1947ء میں چلا گیا مگر اپنے عمل دخل کی مستقل صورت آمریت کی شکل میں چھوڑ گیا۔ پاکستاں میں بار بار مارشل لاء کا لگنا سامراج کے کلامیے کا حصہ ہے۔ جنرل مشرف کی فوجی حکومت کے خلاف ساری عوام سڑکوں پر تھی، تب باراک حسین اوبامہ نے کہا تھا۔ ہم اشخاص پر

حکومت کرتے ہیں عوام پر نہیں، راشد کی نظر میں فوجی حکومتیں غربت، عدم مساوات اور رشوت کا سبب بنتی ہیں اور انسانی حقوق اور احترام انسانیت کو خاطر میں نہیں لاتیں۔ وہ اپنی نظم "سومنات" میں برطانوی نو آبادکاروں کے جانشینوں کو متعارف کراتے ہیں۔ جنرل ایوب، ضیاء الحق اور مشرف سامراج کے آلہ کار تھے۔ انھوں نے عوام کو لولی پاپ دینے پر ہی اکتفا کیا۔ ن۔م راشد نے اپنی نظم "نمرود کی خدائی" اور افسنہ شہر میں آمریت کے دیو استعداد کے پنجوں میں نو آباد معاشروں کی کہانی بیان کی ہے کہ آمر اور اس کے آلہ کار لارڈ میکالے کی نظام تعلیم پر عمل کرتے ہوئے نااہل لوگوں کو اقتدار میں لاتے ہیں بقول فتح محمد ملک:

"ہماری برطانوی نژاد افسر شاہی نے سیاسی اقتدار پر قابض ہو کر زندگی کی بازی مردانہ وار کھیلنے

کی بجائے خواجہ سراؤں کی احمق اولاد کی روش اپنالی اور حکمران طبقے نے افرنگ کی ذہنی غلامی

کو اپنے لیے سرچشمہ فیضان نظر سمجھا" 23

فتح محمد ملک:

راشد کی نظم "اسرافیل کی موت" ایوب خان کی حکومت کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ ان کے نزدیک عوام کی طاقت ہی اسرافیل کو موت سے ہمکنار کر سکتی ہے۔ کیونکہ آمریت بھی نو آبادکاروں کی عطا ہے وہ "درویش اور حرف ناگفتہ" میں عوام کو آمریت کے خلاف کھڑا ہونے کا درس دیتے ہیں کیونکہ آمریت کا پہلا قدم اظہار بیان پر پابندی لگاتی ہے۔ ن۔م راشد کے بقول

اسرافیل کی موت

گوش شنوا کی، لب گویا کی موت

چشم بینا کی دل دانا کی موت 24

ڈاکٹر تبسم کاشمیری اس نظم کا تجزیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں "اسرافیل کی موت ایک ہمہ گیر علامت ہے جو علوم وفنون اور انسان سے منسلک تمام تر سلاسل دانش کی موت ہے" 25

ڈاکٹر تبسم کاشمیری: لا = انسان، نگارشات، لاہور 1994ء ص: 94

ن۔م راشد اپنے کلام میں بار بار آمروں کو متنبہ کرتے ہیں کہ ان کے خلاف بغاوت بھی ہو سکتی ہے کیوں کہ جب افراد بولنے سے قاصر ہوتے ہیں تو ان کے دلوں میں بغاوت پنپتی ہے۔ وہ نو آباکاروں کے جانشینوں کے ڈراتے ہو کہتے ہیں:

سیاست نے سوچا ہے

تیری زبان بند کر دے

سیاست کو یہ کیوں خبر ہو

کہ لب بند ہوں گے 26؎

کہ کھل جائیں گے دست و بازو

یہ شب زباں بندی ہے رہ خداوندی

تم مگر یہ کیا جانو

لب اگر نہیں ہلتے، ہاتھ جاگ اُٹھتے ہیں

ہاتھ جاگے اُٹھتے ہیں راہ کا نشاں بن کر

زندگی سے ڈرتے ہو۔

زندگی تو تم بھی ہو

زندگی تو میں بھی ہوں 27؎

ن۔م راشد اپنی نظموں سوغات، وزیر چنیں اور شاخ آہو میں آمروں کی منفی سرگرمیوں اور ان کے شخصی کردار کو موضوع بنایا گیا ہے کہ

انھیں عوام کے مسائل سے کوئی سروکار نہیں ہوتا بلکہ ان کی نظر اقتدار کو طول دینے پر ہوتی ہے اور اپنی نظم کیمیا گر میں شہنشاہ ایران رضا شاہ پہلوی کو موضوع بنایا ہے اس نے عوام کو سبز باغ دکھا کر استعماری طاقتوں کے کہنے پر تمام ملکی وسائل پر قبضہ کر کے اپنی زمین کو عشرت گاہ میں تبدیل کر دیا اور یہ سب کچھ بیرونی آقاؤں کے کہنے پر ہوا۔ جب کہ شاخ آہو میں میں آمروں کے وزیروں کی رشوت کا پردہ چاک کیا ہے کہ وہ وزرات کی آڑ میں کس طرح رشوت کا بازار گرم کرتے ہیں اور اپنی وزارت کو شاخ آہو سمجھتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر ہارون تبسم

"ن۔م راشد نے اجنبی عورت، دیوار ظلم اور دیوار رنگ میں مغرب کے تہذیبی، سماجی اور سیاسی فرق

کے تصورات کی علامتیں ہیں،۔ اہل مغرب نے اپنی برتری کے لیے اقوام کو غلام بنایا" دیوار ظلم" اس

تصور کی ہے دیوار رنگ اس نسلی فرق کو ظاہر کرتی ہے جو یورپ کے سامراجی ذہن کا حصہ ہے۔ 28؎

ہاروں تبسم کاشمیری، لا=راشد

ن۔م راشد نے ہندوستانی اور بدیشی حکمرانوں میں پایہ جانے والی رنگ و نسل کی تفریق کو بہت جلد سمجھ لیا تھا اور انھوں نے اسی آویزش کو اپنے کلام میں پیش کیا ہے وہ نو آبادیاتی دور کے عہد ساز تخلیق کار تھے۔ انھوں نے اپنی ایک نظم "حسن کوزہ" میں نو آبادکاروں کی ایران میں لوٹ مار دکھائی ہے

کہ انھوں نے کس طرح سارے وسائل کو لوٹ کر ایرانیوں کو کسمپرسی میں مبتلا کر دیا تھا ان کے بقول:

میرے افلاس کی، تنہائی کی

یادوں کی، تمناؤں کی خوشبو بسی بھی

پھر بھی اس جھونپڑے میں کچھ بھی نہیں

یہ مرا جھونپڑا تاریک ہے، گندہ، پراگندہ ہے29؎　　ص:184

مغربی آبادکاروں نے اپنے عقلی اور مذہبی فلسفوں سے اہل مشرق کو افسردہ اور دلگیر کر دیا تھا۔ جب اسلامی تہذیب کو کھرچ کھرچ کر مٹا دیا گیا تھا اہل مشرق نے اس دور میں بھی اپنی تہذیب تمدن کو نہ صرف یاد رکھا بلکہ دامے، درمے اور سخنے اپنے خدا اور مذہب سے جُڑے رہے اور اس کے ساتھ نو

آبادکاروں کے خلاف سے بر سر پیکار رہے۔ ن۔م راشد کی شاعری کے مطالعہ سے ایک نیا انسان معرض وجود میں آتا ہے جو چھوت چھات نہیں بلکہ انسان دوستی کا قائل ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانیہ کی کساد بازاری خطرناک حد بڑھ گئی تھی۔ تو مغربی استعماروں نے ہندوستان کی دولت

لندن منتقل کر کے اپنے ملک کو معاشی طور پر مستحکم کیا اور ہندوستانی خط غربت سے نیچے زندگی گزرانے پر مجبور ہوئے تھے وہ اپنے پیٹ کے دوزخ کو

بھرنے کے لیے اپنی بہنوں، بیٹیوں اور ماؤں کا زیور فروخت پر مجبور تھے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 1932 تا 1941ء تک آبادکاروں نے 1235 ٹن سے زائد سونا برطانیہ بھجوایا اور یہاں ہر طرف بھوک ناچتی رہی۔ ن۔م راشد اپنی نظم "انسان" میں کہتے ہیں

میں اکثر چیخ اُٹھتا ہوں بنی آدم کی ذلت پر

جنوں سا ہو گیا ہے مجھ کو احساس بضاعت پر

ہماری بھی نہیں افسوس، جو چیزیں ہماری ہیں　　30؎　　ص:239

انساں سب سے بیش بہا ہے

کیوں اس کی رسوائی ہو

بے بصری کے بازاروں کی بے مایہ دُکانوں میں؟31؎　　ص۔111

ن۔م راشد کے موضوعات زیادہ تر داخلی، علامتی اور تجریدی نوعیت کے ہیں جو ازل سے ابد کے موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں اور انسان کو مسلسل غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔ پاکستان بن جانے کے بعد ہمارا ملک نو آبادکاروں کے چُنگل سے نہیں نکل سکا۔ ملک ہمارا ہے پالیسیاں اور مرضی ان کی ہے۔ ان کے دیئے ہوئے منصوبے کے خلاف کوئی تھوڑی سی مزاحمت کرے تو وہ ہم پر اپنے کسی اہلکار کو زبردستی مسلط کر دیتے ہیں چنانچہ یہاں پھر سے نیا آبادکاری نظام شروع ہو جاتا ہے اور ہم آج سے پونے دو سو سال قبل کے زمانہ قدیم میں سانس لینے لگتے ہیں۔

حوالے جات

۱۔ جمیل جالبی: مرتب، ن۔م راشد۔ ایک مطالعہ، مکتبہ اسلوب۔ کراچی۔ ۱۸۸۶ء ص: ۲۶۳

۲۔ انسان۔ مشمولہ۔ ماورا، پبلشرز بہاول پور روڈ، لاہور، سن، ندارد۔ ص: ۲۴

۳۔ سپاہی: ایضاً، ص: ۷۹

۴۔ رخصت: ایضا، ص: ۲۲

۵۔ ستارے: ص: ۳۴

۶۔ رقص: ص: ۱۰۱

۷۔ ن۔م راشد، ایران میں اجنبی، گوشہ ادب، لاہور، ۱۹۷۵ء ص: ۱۱

۸۔ من و سلویٰ: مشمولہ ایران میں اجنبی، ص: ۱۸۸

۹۔ ایضاً، ص: ۱۹۱

۱۰۔ اسرائیل کی موت: ص: ۲۸۲

۱۱۔ اجنبی عورت: مشمولہ، ماورا، ص: ۱۱۰

۱۲۔ محمد حسن عسکری: مجموعہ حسن عسکری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۱۸ء ص: ۸۳۸

۱۳۔ زنجیر: مشمولہِ ماورا، ص: ۱۴۴

۱۴۔ من و سلویٰ: مشمولہ ایراں میں اجنبی، ص: ۱۹۰

۱۵۔ آنکھیں کالے غم کی: مشمولہ، لا = انسان، ص: ۲۲۶

۱۶۔ مار سیاہ: ایران میں اجنبی، ص: ۲۱۸

۱۷۔ عنبریں مینر: ن۔م راشد، خان بک ڈپو، لاہور ۲۰۰۳ء ص: ۵۴

۱۸۔ مار سیاہ: ایران میں اجنبی، ص: ۲۱۸

۱۹۔ تیل کے سوداگر: ایران میں اجنبی، ص: ۲۳۶

۲۰۔ ڈاکٹر وزیر آغا: نظم جدید کی کروٹیں، سنگت پبلشرز، لاہورِ ۲۰۰۷ء ص: ۴۹

۲۱: گداگر: مشمولہ = انسان، ص: ۳۰۴

۲۲۔ ناچ: مشمولہ، گمان کا ممکن، ص: ۴۷۰

۲۳۔ فتح محمد ملک: ن۔م راشد، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد ۲۰۱۰ء ص: ۲۹

۲۴۔ اسرائیل کی موت: مشمولہ۔ لا = انسان، ص: ۲۸۵

۲۵۔ ڈاکٹر تبسم کشمیری: لا = انسان، نگارشات، لاہور ۱۹۹۴ء ص؛ ۳۱۵

۲۶۔ درویش: مشمولہ، ایران میں اجنبی، ص: ۲۳۰

۲۷۔ زندگی سے ڈرتے ہو: مشمولہ ایران میں اجنبی، ص: ۳۱۵

۲۸۔ ڈاکٹر ہارون تبسم: لا = انسان، نگارشارت، لاہور، ۱۹۹۴ء ص: ۱۱۳

۲۹۔ حسن کوزہ2: مشمولہ، گمان کا ممکن، ص:۴۴۷

۳۰: انسان: مشمولہ، ماورا۔ ص:۲۵

۳۱۔ بے مہری کے تابستانوں میں، مشمولہ، لا = انسان، ص:۳۵۰